تحریر : محمد جاوید ناصر

ماتم حسین اور اس کی شرعی حیثیت

سن ہجری کی ابتدا ہوتی ہے اسلامی کیلنڈر کے پہلے بابرکت مہینہ کا آغاز ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ہی کئی دوستوں کی چارپائیاں الٹ جاتی ہیں غم اندوہ کی کیفیت ان پر طاری ہو جاتی ہے گریہ ماتم سے جیب و دامن تار تار کر لئے جاتے ہیں پوچھنے پر بتایا جاتا ہے ہم شیعان علیؓ ہیں اور ان کے صاحبزادے حضرت حسینؓ بن علیؓ کی مظلومانہ شہادت کا سوگ منا رہے ہیں ۔

آیئے اس بات کا جائزہ لیں کہ اس آہ و بکا اور ماتم عزاداری کی اسلام میں کیا حیثیت ہے اور جن کے نام کا ماتم کیا جاتا ہے ان کی اپنی تعلیمات کیا ہیں اور سب سے بڑھ کر خود شیعہ اکابر اسے کس نظر سے دیکھتے ہیں ۔———— دنیا میں انسانی عظمت و شہرت کے ساتھ حقیقت کا توازن بہت کم قائم رہ سکتا ہے یہ عجیب بات ہے کہ جو شخصیتیں عظمت و تقدس اور قبول و شہرت کی بلندیوں پر پہنچ جاتی ہیں دنیا عموماً تاریخ سے زیادہ افسانہ اور تخیل کے اندر انہیں ڈھونڈنا چاہتی ہے اسی لئے فلسفہ کے بانی اول ابن خلدون کو یہ قاعدہ بتانا پڑا کہ جو واقعہ دنیا میں جس قدر زیادہ مقبول و مشہور ہو گا اتنی ہی افسانہ سرائی اسے اپنے حصار تخیل میں لے لے گی ۔ ایک مغربی شاعر گوئٹے نے یہی حقیقت ایک دوسرے پیرایہ میں بیان کی ہے وہ کہتا ہے انسانی عظمت کی حقیقت کی انتہا یہ ہے کہ افسانہ بن جائے ۔

سب جانتے ہیں کہ حضرت حسینؓ نے یزید کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا اور جب ان سے مدینہ منورہ میں بیعت یزید کا مطالبہ کیا گیا تو آپ مدینہ سے نکل کر مکہ تشریف لے آئے کوفہ میں شیعان علیؓ کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے جناب حسینؓ کو خط لکھے آپ نے حضرت مسلم بن عقیل کو تحقیق احوال کے لئے روانہ فرمایا تمام شیعوں نے ان سے بیعت کی انہی کے بھروسے پر جناب امام حسینؓ کوفہ روانہ ہو گئے ۔ ادھر تمام بیعت کنندگان جناب مسلم بن عقیل سے غداری کر گئے اور انہیں بے دردانہ شہید

کر دیا گیا دوران سفر جب امام حسینؓ کو اپنے چچیرے بھائی مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر ملی تو انہوں نے کوفہ جانے کا ارادہ ختم کر دینا چاہا لیکن جناب مسلم بن عقیل کے وارث آڑے آئے ان کا موقف تھا کہ ہم انتقام لیں گے یا اپنے بھائی کی طرح مر جائیں گے ۔ مجبورا آپ کو اپنا سفر جاری رکھنا پڑا ۔

حضرت امام حسین کی شہادت بہت ہی افسوس ناک واقعہ ہے اور خصوصا اس لحاظ سے کہ ان کے قاتل وہی لوگ ہیں جو حضرت معاویہ کے مقابلہ میں حضرت علی کی ناکامی کے ذمہ دار ہیں اور جن کی بدعہدیوں سے تنگ آکر حضرت امام حسن نے حضرت معاویہ سے صلح کی تھی اور جن کے بارے میں حضرت حسن نے فرمایا تھا بخدا اس جماعت سے میرے لئے معاویہ بہتر ہے ۔ یہ لوگ دعوی کرتے ہیں کہ ہم شیعہ ہیں میرا ارادہ قتل کیا ' میرامال لوٹ لیا ' بخدا اگر میں معاویہ سے جنگ کروں ' تو یہی لوگ اپنے ہاتھ سے پکڑ کر معاویہ کو دے دیں ۔ (اردو ترجمہ جلاء العیون صفحہ ۳۱۳ از ملا باقر مجلسی) یہ تو ہے ان لوگوں کا حقیقی کردار لیکن جب حضرت حسین شہید ہو گئے اور خاندان اہل بیت نے ان کی مسلسل غداریوں کی وجہ سے ان پر اعتماد کرنا چھوڑدیا تو تو یہ لوگ کف افسوس ملنے لگے اور آج تک افسوس اور غم واندوہ کی کیفیت ان پر طاری ہے ۔ جس کا بھرپور مظاہرہ ہر سال ماہ محرم میں کیا جاتا ہے ۔

امام حسین کی شہادت کا واقعہ نزول قرآن کے بعد رونما ہوا ہے اس لئے ہم سابقہ شہداء کے متعلق دیکھیں گے کہ قرآن کریم نے ان پر ماتم کو فرض ' واجب ' یا مباح قرار دیا ہے یا اسے ممنوع ' یا مکروہ سمجھا ہے ۔ ارشاد خداوندی ہے ــــــــــــ

اے ایمان والو ! معیبت کے وقت صبر اور نماز کے ذریعے خدا کی مدد مانگو بے شک خدا صبر کرنے والوں ہی کا ساتھی ہے اور جو لوگ خدا کی راہ میں مارے گئے انہیں کبھی مردہ نہ کہنا ' بلکہ وہ زندہ ہیں ' مگر تم ان کی زندگی کا کچھ بھی شعور نہیں رکھتے اور ہم تمہیں کچھ خوف اور بھوک سے اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے ضرور آزمائیں گے اور اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایسے صبر کرنے والوں کو کہہ دیجئے جب

ان پر کوئی مصیبت آپڑی تو بے ساختہ پکار اٹھے ہم تو خداہی کے ہیں اور ہم اس کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں خوش خبری دے دو کہ انہی لوگوں پر ان کے پروردگار کی طرف سے عنائیتیں اور رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں) (پارہ ۲ ۔ سورہ بقرہ رکوع ۱۷ ر ۲)

غور طلب بات یہ ہے کہ ان آیات کا ترجمہ ممتاز شیعہ عالم مولانا سید فرمان علی نے کیاہے ۔ ان آیات کے شان نزول کے متعلق مولانا فرمان علی لکھتے ہیں کہ جب حضرت حمزہ کی شہادت کی خبر حضرت علی تک پہنچی تو آپ نے فرمایا ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور یہ کلمہ سب سے پہلے حضرت علی ہی کی زبان سے نکلا ۔

اس کے لئے شیعوں ہی کی ایک معتبر کتاب کے حوالے سے حضرت علی کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر یہ فرمان پڑہیں ۔ (اے رسول ! اگر آپ نے ہمیں صبر کا حکم نہ دیا ہوتا اور جزع فزع سے منع نہ کیاہوتا تو ہم آنکھوں کا پانی رو رو کر ختم کر دیتے) (نہج البلاغہ جلد سوم مصری صفحہ ۲۵۶)

آپ کے اس ارشاد سے ظاہر ہے کہ آپ نے استعانت بالصبر کو واجب اور جزع اور فزع کو ممنوع قرار دیاہے بلکہ آپ نے تو ایک اور فرمان کے مطابق صبر کو جزو ایمان کا مرتبہ بخشاہے ۔ صبر ایمان کا اسی طرح حصہ ہے جس طرح سر باقی جسم سے متعلق ہے جو حالت بغیر سر کے جسم کی ہوتی ہے وہی حالت بغیر صبر کے ایمان کی رہ جاتی ہے ۔ (نہج البلاغہ جلد سوم صفحہ ۱۶۸)

اس سے بھی آگے شیعہ حضرات کی سب سے معتبر کتاب اصول کافی کے صفحہ ۲۱۰ پر یہ عبارت موجود ہے ۔ جس کا صبر نہیں اس کا ایمان نہیں ۔ ان ارشادات کی روشنی میں آپ خود اندازہ لگا لیجئے کہ ماتم اور گریہ زاری کرنے والوں اور صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑنے والوں کا ایمان کہاں رہ جاتا ہے ؟

ہر سال محرم کے مہینے میں ماتمی جلوس نکالے جاتے ہیں ۔ مجالس ماتم منعقد ہوتی

ہیں ۔ آئمہ کے مناقب اور صحابہ پر سب و شتم ہوتا ہے ۔ نوحہ زاری اور بے صبری کا بھرپور مظاہرہ کیاجاتا ہے ۔ حالانکہ خود ان کی اپنی کتب اس طرز عمل کی شدت سے نفی کرتی ہیں ۔ اس سے بھی بڑھ کر حیرت اس بات پر ہے کہ جس واقعہ پر خود ائمہ نے صبر کیا ۔ جلوس نکالے ' نہ دلدل ' نہ مہندی ' نہ ماتم کیا نہ واویلا کیا ' اس کے برعکس یار لوگوں نے ان تمام اشیاء کو فرض عین اور مذہبی شعائر کا درجہ دے دیا ہے ۔ اور بالکل مدعی سست اور گواہ چست کا مصداق بن گئے ہیں ۔ حالانکہ ائمہ نے ان کو قطعی حرام اور ممنوع قرار دیا ہے ۔ نہج البلاغہ میں حضرت علی فرماتے ہیں :

" ینزل الصبر علی قدر المصیبہ ومن ضرب یدہ علی فخذہ عند مصیبہ حبط عملہ " (نہج البلاغہ جلد سوم مطبوعہ مصر صفحہ ۱۸۵)

ترجمہ : " یعنی صبر باندازہ معیبت نازل ہوتاہے اور جو شخص مصیبت کے وقت اپنے رانوں پر ہاتھ مارے ' یعنی پیٹے ' تو اس کے نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں ۔ "

اور اس سے بھی بڑھ کر یہ لوگ جن کا نام لے کر یہ سب کچھ کرتے ہیں ان کا اپنا عمل اس کے خلاف ہے ۔ حضرت حسینؓ نے اپنی بہن زینب کو جو وصیت کی وہ ملاحظہ فرمائیں :

" اے میری بہن میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ میری موت پر اپنا گریبان چاک نہ کرنا اور نہ اپنے چہرے کو لہولہان کرنا اور نہ ہی میرے قاتلوں کی تباہی و بربادی کی دعا کرنا۔ "

ان معتبر عبارات سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ائمہ اطہار اور شیعہ اکابر نے غم و آلام پر صبر کی تلقین فرمائی اور نوحہ زاری گریہ و ماتم اور بے صبری کے مظاہروں کو حرام سمجھا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت جعفر طیار کا ماتم نہ حضرت علی نے کیا اور نہ دیگر ائمہ نے اس کی تحریک کی ۔ سید الشہداء جناب حمزہ کا ماتم آنحضرت ' حضرت علی و دیگر اہل بیت اور مسلمانوں نے قطعاً نہیں کیا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات امت پر کتنا بڑا سانحہ ہے ' لیکن حضرت علی نے اس پر صبر و ضبط کا دامن ہاتھ سے نہ

چھوڑا ' نہ سیدہ فاطمہ نے ماتم کو روا رکھا ۔ حضرت علی شہید ہوئے تو امام حسین و حسن دونوں نے کوئی ماتم یا تعزیہ کا جلوس نہ نکالا ' امام حسین کربلا میں شہید کردیئے گئے لیکن بقیہ خاندان اہل بیت نے کسی بے صبری کا مظاہرہ نہیں کیا ۔

ماتم اور تعزیہ کی جو شکل آج ہم دیکھتے ہیں ائمہ اطہار کے دور میں یہ کہیں نظر نہیں آتی ۔ شیعہ حضرات جلوس تعزیہ میں امام حسین کے مزار کی شبیہ بنا کر بازاروں میں پھراتے ہیں اور اسے بڑا مقدس سمجھتے ہیں اس کی کیا حیثیت ہے ۔ آیئے دیکھیں کہ ان کی اپنی کتب میں اسے کس نظر سے دیکھا گیا ہے ۔

شیخ صدوق کی تالیف " من لا یحضرہ الفقیہ " کے صفحہ نمبر ۴۹ پر یہ روایت درج ہے : " قبر پر قبر کی اصل مٹی کے علاوہ بنائی گئی ہر چیز صاحب قبر پر بوجھ ہوتی ہے ۔ یعنی قبروں پر اتنے بڑے بڑے مزار قبے اور عمارات کا بنانا صاحب قبر سے کوئی ہمدردی نہیں ہے بلکہ اسے ناقابل برداشت بوجھ کے نیچے دبانا ہے ۔ " اور پھر اس سے آگے دیکھیں ۔ مزار کی شبیہ کے متعلق اسی کتاب کے صفحہ ۵۰ پر روایت پڑھ لیجئے : " جس کا نمونہ بنایا گیا وہ اسلام سے خارج ہوگیا "

شیعہ حضرات کی اپنی معتبر کتب کے حوالہ کی روشنی میں اب آپ دیکھ لیجئے کہ شبیہ مزار امام حسین مذہبی طور پر کیا حیثیت رکھتی ہے اور اس کے بنانے والے کس زمرے میں آتے ہیں ۔ یہ فتویٰ کسی سنی کا نہیں ہے ۔ شیعہ کے شیخ صدوق کی کتاب کی عبارت ہے ۔ محرم کے ایام میں ہمارے شیعہ دوست بالالتزام ماتمی جلوس و مجالس کا انعقاد کرتے ہیں جن میں مصائب اہل بیت کا ذکر کرکے غم و آلام کا اظہار کرتے ہیں ان مجالس کے بارے میں شیعہ صحاح اربعہ کی ایک کتاب " من لا یحضرہ الفقیہ " میں حضرت علی کا یہ فرمان کافی ہے کہ " آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے اور نوحہ سننے سے منع فرمایا ہے ۔ " حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اس فرمان کی موجودگی میں شیعان علی کا ان مجالس کو منعقد کرنا اور ان میں شرکت کرنا ۔ چہ معنی دارد؟

امام جعفر نے سیاہ لباس جسے ہمارے شیعہ دوست ماتمی لباس سمجھ کر پہنتے ہیں پہننے

سے منع فرمایا ہے۔امام جعفر صادق سے سوال کیا گیا کہ کالی ٹوپی پہن کر نماز جائز ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ "کالی ٹوپی پہن کر نماز مت پڑھو کیونکہ یہ دوزخیوں کا لباس ہے۔"

مزید فرماتے ہیں کہ:

"امیر المومنین حضرت علی نے اپنے ساتھیوں کو تعلیم دی ہے کہ سیاہ لباس نہ پہنو، یہ فرعون کا لباس ہے۔" غم حسین میں سیاہ لباس پہننے والے احباب اس حدیث کی روشنی میں اپنا مقام بخوبی متعین کر سکتے ہیں۔ ان بین دلائل کی روشنی میں ہر مسلمان جس کے دل میں حق کی تڑپ ہے وہ بخوبی اس بات کا اندازہ لگا سکتا ہے کہ اسلام میں ان باتوں کا کوئی وجود نہیں ہے اور نہ ہی یہ اسلامی تعلیمات ہیں۔ یہ اسلام نہیں کوئی اور مذہب ہے۔اس لئے کہ اسلام کوئی ایسا کھلا مذہب نہیں ہے کہ جیسے کسی کا جی چاہے کرتا جائے بلکہ اس کا انحصار اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر موقوف ہے اور کسی دوسرے کو یہ قطعاً اختیار نہیں کہ وہ ایسی جرات کرے کہ اس میں اپنی طرف سے کوئی کمی بیشی یا کوئی تبدیلی کرے۔ ایسا کرنے والے کے حق میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص محض ہمارے کام میں یعنی اسلام میں کوئی نئی چیز پیدا کرے جو اس سے نہیں ہے وہ مردود ہے (مشکوۃ) اور دوسری روایت میں اس طرح بھی آیا ہے کہ نئے پیدا کئے گئے کاموں سے تم بچو کیونکہ ہر نیا پیدا کیا گیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ اور ایک روایت میں حسب ذیل الفاظ موجود ہیں۔ ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے۔ دلائل سے یہ ثابت ہوگیا کہ جو شخص اپنے اٹکل سے اسلام میں کسی چیز کا اضافہ کرے وہ مردود اور مستحق عذاب الہی ہے۔

برادران اسلام۔ اللہ تعالی قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں "جو ہمارا رسول تم کو دے اسے پکڑ لو اور جس چیز سے تمہیں منع کرے اس سے رک جاؤ اور ڈرو اللہ سے"۔ (سورہ حشر ۲۸)

اس سے معلوم ہوا کہ جو کچھ محبوب خدا حدیث شریف میں فرمائیں۔ اس پر عمل کرنا فرض اور جس چیز سے منع فرمائیں اس سے رک جانا ضروری ہے۔

شیعہ حضرات کی سب سے معتبر کتاب " الکافی " جس کی تمام احادیث پر حضرات شیعہ متفق ہیں اس لئے ان کا ایمان ہے کہ مصنف نے اس کتاب کو امام المستظر " امام مہدی " کے سامنے پیش کیا ' تو انہوں نے اس پر مہر ثبت فرمائی کہ " الکافی کاف لشیعتنا " یعنی یہ کتاب " کافی " ہمارے شیعوں کے لئے کافی ہے ۔ (دوسری کسی کتاب کی ضرورت نہیں)

اس سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی کہ شیعہ حضرات کے نزدیک " کافی " سب سے زیادہ مقدم و محترم اور قابل قبول ہے ۔ اور اگر کوئی شیعہ تعصب یا ہٹ دھرمی اور میں نہ مانوں کی پالیسی پر چلتے ہوئے اس کتاب کی کسی ایک حدیث سے بھی انکار کرتا ہے تو گویا اس کا یہ عمل امام کو جھٹلانے کے مترادف ہوگا ۔ آیئے دیکھیں کہ اس میں کیا ہے "رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو وصیت فرمائی کہ میں جب فوت ہوجاؤں تو چہرے کو نہ نوچنا ۔ بالوں کو نہ بکھیرنا واویلا نہ کرنا اور نہ ہی نوحہ کرنے والی کو کھڑا کرنا" (فروع کافی کتاب النکاح جلد دوم) اس سے بھی آگے چلیں اسی کتاب میں امام محمد باقر کے حوالہ سے ہے کہ "جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا طاہر فوت ہوا تو حضور علیہ اسلام نے خدیجہ الکبری کو رونے سے منع فرمایا" (فروع کافی جلد اول صفحہ ۱۱۸) اسی کتاب میں مزید دیکھیں ۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "مصیبت کے وقت رخساروں کو مت پیٹو اور منہ کو مت نوچو اور بالوں کو مت اکھیڑو اور گریبان کو مت پھاڑو اور سیاہ کپڑے نہ پہنو اور واویلا نہ کرو" (فروع کافی)

اتنی تنبیہات اور دلائل کے باوجود شیعہ حضرات نے موجودہ ماتم اور عزاداری کو جو شعار دین بنا رکھا ہے ۔ اسلام کی انتہائی درجہ کی توہین ہے ۔ ایام عاشورہ میں جزع وفزع ' تبرا کرنا اور تعزیہ نکالنا جو کہ آج کل کے شیعوں کے نزدیک اسلام کے ارکان میں سے ایک مستقل رکن ہے ۔ اور اسی پر ہی نجات کا تصور کیا جاتا ہے ۔ یعنی جو شخص ان ایام میں امام حسین کے غم و الم میں تعزیہ نکالے ' سیاہ کپڑے پہنے ' گریبان پھاڑے سینہ کوبی اور وا ویلا یعنی ہائے وائے حسین کرے وہ مومن ' متقی ' محب اہل

باقی مضمون صفحہ نمبر 12